فقہی اختلافات کی حقیقت

تحریر: عاصم نعیم امیر اللہ، لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج، بھکر

اللہ تعالیٰ نے کائنات اور انسان کو متنوع اور متعدد روپ عطا کیے۔ نہ صرف زبان، رنگ، نسل، تہذیب اور ثقافت میں انسان باہم منفرد ہیں بلکہ عقل و فہم اور فراست و ذہانت میں بھی یکساں نہیں۔ کچھ لوگوں کو ذہانت و فقاہت کے بلند مراتب حاصل ہوتے ہیں اور وہ اشیاء کی گہرائی تک پہنچ کر حقیقت کا سراغ پا لیتے ہیں جبکہ کچھ تخیلات واوہام کے زیرِ اثر حقیقت تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں اور اشیاء کے ظواہر سے ہی آگاہ ہو پاتے ہیں۔ اس لئے انسانوں کے افکار و نظریات میں اختلاف ایک فطری امر ہے۔ علاوہ ازیں نسلی، قومی، لسانی اور علاقائی تعصبات، تعلیمی، تدریسی اور فکری مناہج کا اختلاف اور آباء و قدماء کی اندھی تقلید بھی اختلافِ افکار کا باعث ہے۔ بعض اوقات مرغوب اور من پسند اشیاء کی رغبت بھی انسان کو حق و عدل سے ہٹا دیتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت جس دور میں ہوئی اس وقت دنیا گویا فسادِ بحر و بر کا منظر پیش کر رہی تھی۔ قرآن مجید کے الفاظ بھی اس کی شہادت دیتے ہیں:

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ" (۱)

(لوگوں کے اپنے کئے کی پاداش میں بحر و بر میں فساد برپا ہو گیا)

خطہ عرب خاص طور پر اس فساد کا مرکز تھا کہ جہاں کوئی مرکزی حکومت موجود نہ تھی۔ لوگ متفرق و منتشر تھے۔ قبائلی نظام مروج تھا۔ ہر قبیلہ اپنے تئیں خود مختار تھا۔ لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ انسان غیر محفوظ و غیر مامون تھا اور کسی مسیحا کی تلاش میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا آخری نبی ﷺ مبعوث کیا، جس نے ان کے دلوں کو ایمان کے ذریعے آپس میں جوڑ دیا اور وہ اللہ کی رحمت سے بھائی بھائی بن گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کے نسلی و قومی تعصبات کو باہمی محبت واخوت میں بدل کر رکھ دیا۔ ان حضرات کو تمدنی و سیاسی زندگی میں جن مسائل سے بھی واسطہ پڑتا رسول اللہ ﷺ وحی الٰہی کی روشنی میں اس کو حل فرما دیتے۔ صحابہ کرامؓ کو اپنے بہت سے سوالوں کے جواب رسول اللہ ﷺ کے فعل سے ہی مل جاتے۔ مثلاً صحابہؓ اسی طرح وضو کرتے جس طرح حضور ﷺ کو وضو کرتا

دیکھتے۔اس طرح نماز پڑھتے جس طرح حضور ﷺ کو نماز پڑھتا دیکھتے۔ یہی آپ ﷺ کا طریقہ تعلیم تھا۔ آپ ﷺ نے یہ کبھی بیان نہیں فرمایا کہ وضو یا نماز کے چار یا چھ فرض ہیں۔ غرض آنحضرت ﷺ سے صرف وہی مسائل دریافت کئے جاتے جن سے سابقہ پڑتا تھا اور آپ ﷺ ان کا فیصلہ فرمادیتے۔

نبی اکرم ﷺ کا جب وصال ہوا تو آپ ﷺ مسلمانوں کیلئے دو چیزیں (قرآن وسنت) چھوڑ گئے جن کو مضبوطی سے پکڑ لینے سے وہ گمراہی سے بچ سکتے تھے مگر آپ کے وصال کے بعد ان معاملات میں جن میں قرآن وسنت کی واضح تصریحات موجود نہ تھیں، مسلمانوں میں مختلف قسم کے اختلافات نے جنم لیا۔ سلسلہ وحی کے انقطاع، صحابہ کرامؓ کے مختلف علاقوں میں سکونت اختیار کرنے اور بعد ازاں تغیر زمان ومکان کے ساتھ ان اختلافات میں وسعت آتی گئی۔ یہ اختلافات سیاسی بھی تھے اور کلامی بھی، عقائد میں بھی تھے اور احکام میں بھی۔ اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ :

شرعی نصوص میں کئی احتمالات موجود ہیں جبکہ لوگ ذہنی وعقلی صلاحیتوں میں یکساں نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین کا زمانہ آیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ کی مختلف توجیہات وتعبیرات کو محفوظ کیا اور نت نئے حالات ومسائل کے استنباط میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام دونوں کو راہ بر بنایا اور دونوں کی عطا کردہ روشنی سے استفادہ کیا۔ ظاہر ہے اختلاف صحابہ میں موجود تھا۔ ہر تابعی کو یہ سہولت نہ تھی کہ تمام صحابہؓ کے قول جمع کر کے ان میں باہمی تطبیق وترجیح کی صورت نکالتا۔ پھر ان حضرات نے جہاں تک ان کے بس میں تھا مختلف اقوال جمع کئے اور ان میں سے بعض کو بعض پر قوی دلیل کی بنا پر ترجیح دی اور جو اقوال کمزور آئے ان کو چھوڑ دیا (۲)

صحابہ وتابعین کے اختلافات کے متعین اسباب تھے۔ چونکہ فقہی مسالک کی بنیاد انہی کے شاگردوں، ائمہ مجتہدین کے ذریعے پڑی اس لئے بعض جزوی، اجتہادی اور فروعی مسائل میں صحابہ کرامؓ اور تابعین کے اختلافات کی جھلک فقہی مسالک میں واضح طور پر نظر آتی ہے۔ واضح رہے یہ اختلاف ان مسائل میں قطعاً نہیں جن پر دین اسلام کی بنیاد ہے۔

ائمہ مجتہدین میں اختلافات کے مخصوص اسباب ومضمرات درج ذیل ہیں :

۱۔ نص کے ثبوت وعدم ثبوت میں اختلاف

۲۔ فہم نص میں اختلاف

۳۔ متعارض نصوص کے جمع وترجیح میں اختلاف

۴۔ فقہی اصول اور بعض مصادر فقہ میں اختلاف

سبب اول: نص کے ثبوت و عدمِ ثبوت میں اختلاف:

تمام ائمہ مجتہدین کے نزدیک استنباط احکام کا مرجع اول نص شرعی ہے جو نص صحیح ثبوت، صریح دلالت اور تعارض سے مبرا مل گئی تو حکم میں اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے اور اس کی مخالفت نہیں کی جاتی۔ اسی لئے کئی فقہاء سے یہ قول روایت کیا گیا ہے:

"اذاصح الحدیث فھومذھبی"(۳) (جب صحیح حدیث مل جائے تو بس وہی میرا طریقہ ہے)

نص کی حجیت کے باوجود بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ ایک امام کو نص ملی اور دوسرے کو نہ مل سکی۔ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام ابو یوسفؒ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے بیع وقف کے مسئلہ میں اپنے امام (ابو حنیفہؒ) سے اختلاف کیا تھا اور فرمایا تھا:

"لوبلغ اباحنیفة ھذاالحدیث لقال به، ورجع عن بیع الوقف"(۴)

(اگر امام ابو حنیفہؒ کو یہ حدیث پہنچ جاتی تو اسی کے مطابق حکم لگاتے اور بیع وقف کے مسئلے میں اپنے موقف سے رجوع کر لیتے)

نص کے وصول و عدم وصول کی وجہ سے حکم میں اختلاف عہد صحابہؓ میں بھی موجود تھا۔ اس کی واضح مثال عہد فاروقیؓ میں پیش آنے والا واقعہ ہے جسے صحیح بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے: حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ شام کیلئے رختِ سفر باندھا۔ ابھی راستے میں ہی تھے کہ شام میں وبا پھیلنے کی خبر ملی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ طلب کیا۔ لوگوں نے مختلف آراء پیش کیں۔ بعض نے وہیں ٹھہر جانے، بعض نے واپس چلنے اور بعض نے شام جانے پر اصرار کیا۔ کچھ دیر بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ وہاں پہنچے جو کسی کام کیلئے باہر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب اختلاف کے بارے میں سنا تو فرمایا:

"ان عندی من ھذا علماً: سمعت رسول اللهﷺ یقول اذاسمعتم به ارض فلاتقدمواعلیه، واذاوقع بارض فلاتخرجوافراراً منه"(۵)

(اس کا مجھے کچھ علم ہے: میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم کسی زمین میں وبا کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور کسی زمین میں وبا پھوٹ پڑے تو وہاں سے مت بھاگو)

یہ گویا قولِ فیصل تھا۔ "فحمدالله تعالی عمرؓ وانصرف"(۶)

ربا الفضل کے جواز و عدم جواز کا اختلاف بھی عدم وصولِ نص کا نتیجہ تھا۔ صحابہؓ میں سے حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ ربا الفضل کے جواز کے قائل تھے لیکن جب انہوں نے حضرت ابو سعید الخدریؓ کی حدیث سنی جس میں وہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں :

"لا تبیعوا الذھب بالذھب الامثلا بمثل۔۔۔۔۔ الحدیث"(۷) تو اپنے قول سے رجوع کر لیا۔ فقہاء کے اختلاف کا بھی ایک سبب یہی ہے۔

حدیث قلتین (۸) اس کی واضح مثال ہے جو بہت مستند روایت ہے لیکن عہد تابعین میں یہ مشہور نہ ہو سکی اس لئے نہ تو سعید بن المسیبؒ اور نہ ہی امام زہریؒ اس کو جان سکے۔ نہ مالکیہ نے اس پر عمل کیا نہ احناف نے۔ لیکن امام شافعیؒ کے زمانہ میں یہ حدیث مشہور ہو چکی تھی۔ اس لئے انہوں نے اس پر عمل کیا۔ (۹)

ایک اور مثال "خیار مجلس" (۱۰) والی حدیث ہے۔ یہ صحیح حدیث ہے اور کثیر طرق سے مروی ہے اور صحابہؓ میں سے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرۃؓ نے بھی عمل کیا لیکن یہ عہد تابعین کے فقہاء اور ان کے ہم عصر علماء تک نہ پہنچ سکی اس لئے یہ چیز امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک موجب جرح بن گئی لیکن امام شافعیؒ نے اس پر عمل کیا۔ (۱۱)

ائمہ مجتہدین میں سے کوئی بھی ایسا امام نہیں ہے جس نے کسی نص صریح کا انکار کیا ہو۔ البتہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ائمہ کو نصوص تو ملیں لیکن ایک کے نزدیک ثابت ہو گئی جبکہ دوسرے کے نزدیک ثابت نہ ہوئی۔ اسی طرح رجال و رواۃ حدیث کے ضعیف و ثقہ ہونے کے اصول بھی باہم مختلف ہیں جن کی بنا پر ان میں اختلاف واقع ہوا۔ مثال کے طور پر :

(الف) <u>خبر متواتر کے حکم میں اختلاف</u> : اصطلاح محدثینؒ میں مستور راوی سے مراد وہ راوی ہے جس سے دو راوی روایت کریں مگر اس کے متعلق جرح و تعدیل کا علم نہ ہو (۱۲) بعض فقہاء نے مستور راوی کو عادل اور بعض نے فاسق قرار دیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ مستور راوی کو عادل تصور کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے : "المسلمون عدول بعضھم علی بعض" (۱۳) جبکہ امام محمدؒ کے نزدیک مستور راوی کا حکم فاسق کا ہے۔ اس اختلاف کی بنا پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ حدیث قابل احتجاج ہو گی چاہے اس میں کوئی مستور الحال راوی ہو جبکہ دیگر فقہاء ایسی حدیث کو قابل احتجاج نہ سمجھیں گے۔ اس اختلاف کی بنا پر استنباط احکام میں کثیر اختلاف رونما ہوا۔

(ب) <u>مرسل حدیث کی حجیت میں اختلاف</u> : علماء اصول کے نزدیک مرسل حدیث سے مراد

وہ حدیث ہے جس میں ایک تابعی صحابی کو چھوڑ کر براہ راست حضور ﷺ سے روایت کرے (۱۴)

جہاں تک دوسرے اور تیسرے قرن کی مرسل احادیث کا تعلق ہے تو وہ ہمارے علماء کے نزدیک حجت ہیں" (۱۵) جبکہ امام اشافعیؒ صرف اسی مرسل حدیث کو حجت تسلیم کرتے ہیں جس کی تائید کسی قرآنی آیت یا سنتِ مشہورہ سے ہو یا جس پر سلف کا عمل مشہور ہو۔

(ج) حدیث جس کا راوی اپنی روایت پر عامل نہ ہو: وہ روایت جس کے رواۃ میں سے کوئی راوی (خصوصاً تابعی یا صحابی) اپنی روایت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے یا اس کا عمل اس کے مخالف ہو تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا جبکہ امام شافعیؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس کی مثال حدیث القضاء بالشاهد واليمين (۱۶) ہے جسے ربیعہ نے سہیل بن ابو صالح سے روایت کیا ہے۔ سہیل سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ ربیعہ آپ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں تو سہیل نے اس روایت کو تسلیم نہ کیا۔ اگرچہ ربیعہ اصحاب حدیث کے نزدیک ثقہ راوی ہیں۔ (۱۷)

اس روایت پر امام شافعیؒ نے عمل کیا مگر احناف نے عمل نہ کیا۔ اسی طرح حدیث عائشہؓ کہ :

"ايماامراةنكحت بغير اذن وليهافنكاحهاباطل۔۔۔۔ الحديث (۱۸)

(جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے)

مذکورہ حدیث کے راویوں میں ابن شہاب زہری بھی ہیں مگر جب ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اسے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ نے راوی کے انکار کے باوجود اس حدیث کو حجت مانا مگر ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ نے اسکو قابل استدلال قرار نہیں دیا۔ (۱۹)

مندرجہ بالا امثلہ سے واضح ہوتا ہے کہ اختلاف فقہاء کا ایک بڑا سبب روایات کا ثبوت وعدم ثبوت ہے۔ تقریباً ہر امام کے کچھ اقوال و فتاوی ایسے ہیں جن سے گمان ہوتا ہے کہ ائمہ نے احادیث نبویہ ﷺ کی مخالفت کی اور شرعی نصوص سے اعتراض کیا جبکہ یہ حقیقت کے خلاف ہے۔

امام ابن عبد البرؒ مذکورہ امر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ليس لاحدمن علماء الامةان يثبت عنده حديث عن النبى ﷺ ثم يرده دون ادعاء نسخ عليه باثرمثله اوباجماع اوبعمل على اصله الانقياد اليه او طعن فى سنده 'ولو فعل ذلك احدسقطت عدالته فضلاً ان يتخذاماماولزمه اثم الفسق۔۔۔" (۲۰)

(امت کا کوئی ایسا مجتہد نہیں جس کے سامنے آپ کی حدیث ثابت ہو جائے اور پھر وہ بغیر دعوی نسخ

یا اجماع یا عمل یا سند میں طعن کے اعتراض کے اس کو رد کر دے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کی عدالت فسخ ہو جائے گی چہ جائے کہ اسے امام مانا جائے اور فسق لازم ہو جائے گا)

سبب ثانی : شرعی نصوص کے فہم میں فقہاء کا اختلاف

نص کے وصول اور ثبوت میں اتفاق کے باوجود بعض اوقات ثابت ہونے والی نص سے استنباط میں بھی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً بعض نصوص کے الفاظ میں ہی احتمال ہے۔ اس کی ایک واضح اور مشہور مثال "قروء" کا لفظ ہے۔ قروء کا ایک معنی حیض اور ایک طہر ہے۔ بعض اوقات دونوں معانی بھی مراد لئے جا سکتے ہیں۔

"قال ابوعمروبن العلاء" من العرب من یسمی الحیض قرء أ:وسنهم من یسمی الطهرقرء أ'ومن من یجمعهاجمیعاًفیسمی الطهرمع الحیض قرء أ"(۲۱)

اس لئے فقہاء نے اس کے معانی کی تعیین میں اختلاف کیا ہے۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں :

"فقال اهل الکوفة:هی الحیض' وهوقول عمر'وعلی'وابن مسعود'وابی موسی' ومجاهد'وقتادة'والضحاک'وعکرمة'والسدی'وقال اهل الحجاز:هی الاطهر: وهو قول عائشة'وابن عمر'وزیدبن ثابت'والزهری'وابان بن عثمان'والشافعی ۔۔۔۔۔(۲۲)

بعض اوقات حدیث کو سمجھنے میں ہی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی واضح مثال حدیث بنی قریظہ ہے کہ غزوہ بنی قریظہ کے وقت حضور ﷺ نے صحابہؓ کو محلہ بنی قریظہ جلد پہنچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا : "لایصلین احدالعصرالافی بنی قریظة "(۲۳)

راستے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ بعض نے نماز پڑھ لی بعض نے نہ پڑھی۔ حضور ﷺ نے دونوں کے اجتہادات صحیح قرار دیئے۔(۲۴)

حضرت ابن عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے کہ "میت کے گھر والوں کے رونے سے اس پر عذاب ہوتا ہے"(۲۵) حضرت عائشہؓ نے جب سنا تو کہا کہ وہ حدیث کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے۔ بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودیہ کی قبر کے پاس سے گزرے۔ اس کے گھر والے اس پر رو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ اس پر رو رہے ہیں اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے"(۲۶) اس سے راوی نے یہ سمجھا کہ میت کے عذاب کا سبب اس کے گھر والوں کا رونا ہے اور یہ گمان کر لیا کہ یہ حکم ہر میت پر عائد ہوتا ہے۔(۲۷)

ایک اور مثال یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک طواف میں رمل (اکڑ اکڑ کر چلنا) سنت ہے اور

ابن عباسؓ کا مسلک یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فعل رمل ایک وقتی ضرورت کے تحت اتفاقیہ کیا تھا(۲۸)

رسول اللہ ﷺ نے حج کیا اور لوگوں نے آپ ﷺ کو حج کرتے دیکھا بعض نے کہا آپ ﷺ متمتع تھے اور بعض نے کہا آپ قارن تھے اور بعض اس طرف گئے کہ آپ مفرد تھے۔(۲۹)

حج کے کئی مناسک میں اختلاف ائمہ کا ایک سبب یہی حدیث کی تعبیر میں غلط فہمی ہے۔

موقع و محل کی مناسبت سے بعض اصحاب نے رسول اللہ ﷺ کے فعل کو قانونی حیثیت دی اور بعض نے حالات و تقاضا پر محمول کر کے اس کی مدت متعین کی۔ یہ فرق آگے چل کر بعض مسائل میں اختلاف کا سبب بنا۔

سبب ثالث : نصوص کے جمع و ترجیح میں اختلاف

شرعی نصوص اگرچہ ایک دوسرے کے معارض نہیں تاہم انسانی عقل و فہم کے آگے چند نصوص باہم معارض نظر آتی ہیں۔ جن نصوص میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے اور ان کے بارے میں فقہاء کا طرز عمل یہ رہا ہے کہ پہلے تو وہ ممکنہ حد تک نصوص میں جمع و تطبیق کی کوشش کرتے ہیں جب کہ جمع کرنا ممکن نہیں ہوتا تو پھر ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں۔

جمع و ترجیح ایک نہایت مشکل عمل ہے جو عمدہ فہم و فراست اور عمیق غور و فکر کا متقاضی ہے' اس لئے شرعی احکام کے استنباط و استخراج میں فقہاء کے اختلاف کا ایک بڑا سبب یہی میدانِ جمع و ترجیح ہے۔ چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں :

(الف) صلوٰۃ کسوف اور اس میں قرأت کے بارے میں اختلاف : امام مالکؒ' امام شافعیؒ اور جمہور اہل حجاز اور امام احمدؒ کا کہنا ہے کہ صلوٰۃ کسوف کی دو رکعتیں ہیں اور ہر رکعت میں دو رکوع ہیں جبکہ امام ابو حنیفہؒ اور اہل کوفہ کا کہنا ہے کہ صلوٰۃ کسوف میں دو رکعتیں ہیں اور ہر رکعت میں ایک رکوع ہے جیسا کہ عیدین و جمعہ کی نماز میں ہوتا ہے۔

اس اختلاف کا سبب صلوٰۃ کسوف کی کیفیت کے بارے میں مروی مختلف احادیث ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں اور ہر رکعت میں دو رکوع کئے۔(۳۰) حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ اور کوفیوں کی دلیل حضرت ابو بکر اور کئی دوسرے صحابہؓ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صلوٰۃ کسوف دیگر نمازوں کی طرح ادا فرمائی۔(۳۱) صلوٰۃ کسوف میں قرأت

کااختلاف بھی اسی نوعیت کا ہے۔امام مالکؒ وشافعیؒ فرماتے ہیں : قرأت سری ہو گی جبکہ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام احمدؒ اور اسحاقؒ کا کہنا ہے کہ قرأت بلند آواز سے ہو گی۔(۳۲)

(ب) قضائے حاجت کے وقت قبلہ رخ ہونے کا اختلاف : رسول اللہ ﷺ نے قضائے حاجت اور استنجاء کے وقت قبلہ رو ہونے سے منع فرمایا ہے۔(۳۳) اس کے متعلق صحابہؓ کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ حکم عام ہے اور غیر منسوخ ہے لیکن حضرت جابرؓ نے حضور ﷺ کو وفات سے ایک سال پہلے قبلہ رو پیشاب کرتے دیکھا۔(۳۴) اس لئے ان کا خیال ہے کہ آپ ﷺ کے اس فعل سے پہلی ممانعت منسوخ ہو گئی اور ابن عمرؓ نے حضور اکرم ﷺ کو قبلہ کی طرف پشت اور شام کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت کرتے دیکھا۔(۳۵) لہذا آپ ﷺ نے بھی سابقۃ الذکر حکم کی تردید کی۔ بعض اصحاب نے دونوں روایتوں میں مطابقت کرنے کی کوشش کی چنانچہ شعبیؒ وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ ممانعت کا تعلق صحرا (کھلے میدان) سے ہے۔ لہذا اگر آدمی بیت الخلاء میں ہو تو قبلہ کی طرف رخ ہونے یا پشت ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۳۶)

(ج) نماز میں امام کے پیچھے مقتدی کا فاتحہ پڑھنا : اس ضمن میں ائمہ مجتہدین کے تین اقوال ہیں : ایک یہ کہ مقتدی فاتحہ پڑھے گا چاہے نماز سری ہو یا جہری۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا یہی مؤقف ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھے گا چاہے نماز سری ہو یا جہری۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

تیسرا موقف یہ ہے کہ مقتدی سری نمازوں میں فاتحہ پڑھے گا لیکن جہری نمازوں میں نہیں پڑھے گا یہ امام مالکؒ کا قول ہے۔

ائمہ مجتہدین کی ان اختلافاتی آراء کا سبب نصوص کا بظاہر اختلاف و تعارض ہے۔

سبب رابع : فقہی اصولوں اور بعض مصادرِ فقہ میں اختلاف :

فقہاء مجتہدین نے بعض مصادر کی حجیت اور اجتہادی اصولوں میں بھی باہم اختلاف کیا جس کے زیرِ اثر کئی مسائل میں ان کی آراء مختلف ہو گئیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں :

(الف) اہل مدینہ کے طریق سے استدلال میں اختلاف : امام مالکؒ کے نزدیک اہل مدینہ کا اجماع مصادرِ قانون میں سے ایک مصدر ہے۔ ایک خط میں امام لیث بن سعد کو اس کی کئی

وجوہات بھی لکھیں۔(۳۷) جمہور نے امام مالکؒ کے اس مؤقف کو تسلیم نہ کیا۔اس اصل میں اختلاف کی بنا پر کئی فروعی احکام میں اختلاف ظاہر ہوا۔مثلاً امام مالکؒ ذی رحم رشتہ داروں مثلاً ماموں، چچاوغیرہ کووارثت میں حق نہیں دیتے کہ اہل مدینہ کا عمل اسی پر ہے جبکہ احناف اور حنابلہ کامؤقف اسکے برعکس ہے اور ان کی دلیل کتاب اللہ اور حدیث کا عمومی حکم ہے۔(۳۸) جس میں حضور ﷺ نے فرمایا: "والخال من لا وارث لہ"(۳۹)(اور جس کا وارث نہ ہو تو اس کاوارث ماموں (یاچچا) ہے۔

(ب) مفہوم مخالفت کی حجیت میں اختلاف: اس اختلاف کا اثر کئی مسائل پر پڑا۔ مثلاً آزاد عورت سے نکاح کرنے کی استطاعت کے باوجود مسلمان یا اہل کتاب کی لونڈیوں سے نکاح کرنے کا مسئلہ۔ جمہور کا کہنا ہے کہ لونڈیوں سے نکاح کی اجازت عدم طول کے ساتھ مشروط ہے کہ اللہ کا فرمان ہے:

"من لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ماملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات۔۔۔۔الخ(۴۰)

(اور تم میں سے جو پاک باز مومن عورتوں سے نکاح کا مقدور نہیں رکھتا تو مومن لونڈیوں سے نکاح کرلے۔)

مذکورہ فرمان الہی کے مفہوم مخالف سے جمہور کے قول کی تائید ہوتی ہے جبکہ احناف نے عدم طول کی شرط نہیں لگائی۔ان کی دلیل اللہ کے فرمان کا عموم ہے جس میں ارشاد ہے:

"فانکحواماطاب لکم من النساء"(۴۱) (پس جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو)

(ج) عام کو خاص پر محمول کرنے میں اختلاف: جمہور کے نزدیک عام کی دلالت ظنی ہے اور خاص کی قطعی۔لہٰذا خاص کی موجودگی میں عام پر عمل نہیں کیا جائے گا جبکہ احناف کامؤقف اس کے برعکس ہے۔مثال کے طور پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ کافر حربی کے قصاص میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا البتہ مسلمان کو کافر ذمی کے بدلے میں قتل کرنے میں اختلاف ہے۔جمہور کی رائے میں کافر ذمی کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا ان کی دلیل احادیث ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لایقتل مسلم بکافر" (کافر کے قصاص میں مسلم کو قتل نہیں کیا جائے گا)

اور "الالایقتل موسن بکافرولاذوعھدفی عھدہ"(۴۲)

(اور نہ تو کافر کے قصاص میں مومن کو قتل کیا جائے گا اور نہ ہی ذمی کے قصاص میں)

درج بالا احادیث کافر ذمی کے قصاص میں مسلمان کے قتل کی ممانعت میں خاص ہیں۔

جبکہ احناف نے اللہ کے فرمان کے عمومی حکم سے استدلال کیا ہے جس میں ارشاد ہوا ہے :

"یایھاالذین امنواکتب علیکم القصاص فی القتلی۔۔۔۔"(۴۴)

(اے ایمان والو! قتل کے سلسلے میں تم پر قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔)اور

"وکتبنا علیھم فیھاان النفس بالنفس۔۔۔۔ الخ"(۴۵)

(ہم نے ان پر جان کے بدلے جان کا اصول فرض کر دیا ہے۔)

(د) <u>مطلق کو مقید پر محمول کرنے میں اختلاف</u> : جمہور کی رائے یہ ہے کہ چند شروط کے ساتھ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا جبکہ احناف کا کہنا ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا۔اس اصل میں اختلاف کی بنا پر فروعات میں کئی اختلافات رونما ہوئے ہیں جیسے حرمت رضاعت میں دودھ کی مقدار کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کا مؤقف ہے کہ دودھ کی مقدار چاہے قلیل ہو یا کثیر ،حرمت لازم آجائے گی۔ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں مطلقاً حکم وارد ہوا ہے :

"وامھاتکم الاتی ارضعنکم۔۔الخ"(۴۶)(اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو)احادیث میں بھی آیا ہے۔"یحرم من الرضاع مایحرم من النسب"(۴۷)

(رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے ہوتے ہیں۔)

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے خمس رضعات کی شرط لگائی ہے اور اس ضمن میں وارد حضرت عائشہؓ کی روایت کو ،رضاعت کے بارے میں قرآنی آیات واحادیث کا مقید قرار دیا ہے۔(۴۸)

حضرت عائشہؓ کی روایت کے الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا :

"لایحرم من الرضاع الاخمس رضعات"(۴۹)

(پانچ رضعات (گھونٹ) سے کم پر رضائی رشتے حرام نہیں ہوتے۔)

علاوہ ازیں بعض امور کا تعلق مرور زمانہ سے بھی ہے مثلاً امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا عہد عہد نبوی ﷺ اور خلافتِ راشدہ کے قریب تر تھا ابھی علم دین اور شریعت کے بارے میں بے احتیاطی ،خود غرضی یا دیگر خرابیاں پیدا نہیں ہوئیں تھیں۔جب کہ بعد کے دور میں معاشرہ ایسا نہیں رہا اور ائمہ مجتہدین نے اس بات کا خیال رکھنا پڑا۔چنانچہ بعض اصول میں اختلاف کا سبب یہی امر ہے۔

الغرض ائمہ مجتہدین کے فروعی مسائل میں اختلافات موجودہ مسلکی اختلافات کی طرح خواہشات نفسانی، شخصی پسند وناپسند یا کسی تعصب یا بدنیتی کا نتیجہ نہ تھے۔ نصوص شرعیہ میں احتمالات اور انسانی عقل وفہم کے مدارج میں اختلاف کی وجہ سے ان فقہی اختلافات کا ظہور ایک فطری امر ہے۔ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ زہد وتقویٰ، علم عمل اور ورع واحتیاط میں بے مثال تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی اجتہادی آراء کا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے:

"اذاحکم الحاکم فاجتہد فاصاب فلہ اجران' واذاحکم فاجتہد فاخطافلہ اجر"(۵۰)

(جب حاکم فیصلہ کرتا اور اجتہاد کرتا ہے پس اگر صحیح فیصلہ کرے گا تو اس کو دو اجر ملیں گے۔ اگر خطا کرے گا تو ایک اجر ملے گا۔)

اس لئے امام آمدیؒ فرماتے ہیں:

"اتفق اھل الحق من المسلمین علی ان الاثم محطوط عن المجتھدین فی الاحکام الشرعیۃ"(۵۱)

(مسلمان اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ شرعی احکام میں مجتہدین کو گناہ نہیں ہوگا)

مختصر یہ کہ گزشتہ چودہ صدیوں میں مختلف اقالیم وامصار میں اسلام کے مختلف شعبوں میں ان باکمال بزرگوں کے کمالات کا ظہور ہوتا رہا۔ وہ اختلاف کو اختلاف نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کو عوام الناس کیلئے سہولت وگنجائش قرار دیتے تھے اور آپس میں ان کا تعلق اخوت ومحبت کا تھا۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں:

"لاتقولوااختلف العلماء فی کذاوقولواقدوسع العلماء علی الامۃ بکذا"(۵۲)

(یہ مت کہو کہ فقہاء نے فلاں مسئلے میں اختلاف کیا بلکہ یوں کہو کہ فلاں مسئلے میں علماء نے امت کیلئے وسعت پیدا کردی)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ الروم: ۴۱
۲۔ امینی، تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۶۱ء، ص ۳۸۵
۳۔ ابو زہرہ، حیات امام ابو حنیفہ (مترجم)، المکتبۃ السلفیہ، لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۴۲۷
۴۔ ابن حجر، فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، طبع مصر، ۵/ ۴۳
۵۔ مالک، الامام، الموطا (مع شرح الحوالک) باب ماجاء فی الطاعون، مصر، ۱۳۵۶ھ، ۲/ ۲۰۵
۶۔ ایضاً
۷۔ مسلم، الجامع الصحیح (مع الشرح للنووی) کتاب المساقات والمزارعۃ، باب الربا، لاہور ۱۹۸۱ء، ۴/ ۳۰۸
۸۔ الترمذی، الجامع الصحیح، وھو السنن، ابواب طہارۃ باب ماجاء ان الماء لا ینجسہ، مصر ۱۳۵۶/ ۲، ۱: ۹۷
۹۔ ولی اللہ، شاہ، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، لاہور، (ت۔ن)، ص ۲۹
۱۰۔ مسلم، الجامع الصحیح (مع الشرح للنووی) کتاب البیوع، باب ثبوت خیار المجلس للمتابعین، حوالہ مذکور، ۴/ ۱۵۵
۱۱۔ ولی اللہ، شاہ، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، لاہور، (س۔ن)، ص ۲۹
۱۲۔ محمد عجاج، الدکتور، اصول الحدیث، طبع مصر، ص ۲۷۱
۱۳۔ السرخسی، المبسوط، طبع مصر، ۱۳۴۰ھ، ۱/ ۲۷
۱۴۔ الطحان، الدکتور، تیسیر مصطلح الحدیث، فاروقی کتب خانہ، ملتان، ص ۷۰
۱۵۔ السرخسی، المبسوط، طبع مصر، ۱۳۴۰ھ، ۱/ ۳۶۰
۱۶۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الاقضیۃ، باب الیمین علی المدعی علیہ، طبع مصر، ۲/ ۵۹
۱۷۔ السرخسی، المبسوط، طبع مصر، ۱۳۴۰ھ، ۲/ ۳
۱۸۔ الترمذی، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب ماجاء لا نکاح الا بولی، ۳/ ۴۰۸
۱۹۔ ابن رشد، بدایۃ المجتھد، طبع مصر، ۱۳۷۹ھ، کتاب النکاح، ص ۲۴
۲۰۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، مکتبۃ منیریہ، مصر، ۳/ ۱۳۸
۲۱۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، مصر ۱۹۳۶، ۳/ ۱۱۳
۲۲۔ ایضاً، ص ۲۳
۲۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب مرجع النبیؐ من الاحزاب، کراچی، ۲/ ۵۶۷

۲۴۔ ابن حجر، فتح الباری، ۸/ ۴۱۱

۲۵۔ الترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الرخصۃ فی البکاء، ۳/ ۳۲۷

۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ ولی اللہ، شاہ، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ص ۱۰

۲۸۔ ایضاً ۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، ابواب الکسوف، باب الرکعۃ الاولی فی الکسوف، ۱/ ۴۲۷

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ ابن رشد، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، ۱/ ۲۱۵

۳۳۔ الترمذی، الجامع الصحیح، ابواب الطہارۃ، ۱/ ۱۵

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ ایضاً

۳۶۔ ایضاً

۳۷۔ البیانونی، ابو الفتح، دراسات فی الاختلاف الفقہیۃ، مکتبۃ الہدی، حلب، ۱۹۷۵ء، ص ۷۲

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ الترمذی، الجامع الصحیح، ابواب الفرائض، باب ماجاء فی میراث الخال، کراچی، ۱/ ۷۶۸

۴۰۔ النساء: ۲۵ ۴۱۔ النساء: ۳

۴۲۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الدیات، باب لایقتل المسلم بالکافر، ۳/ ۷۵۵

۴۳۔ ابو داؤد، السنن، کراچی، ۲/ ۱۴۴

۴۴۔ البقرۃ: ۱۸۷

۴۵۔ المائدۃ: ۴۵

۴۶۔ النساء: ۳۳

۴۷۔ الترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الرضاع، ۳/ ۴۵۰

۴۸۔ ابن رشد، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، کتاب النکاح، ۱/ ۲۲

۴۹۔ الترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الرضاع، ۳/ ۴۵۵

۵۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، باب اجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب او اخطاء، ۳/ ۹۴۸

۵۱۔ الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۴/ ۲۴۴

۵۲۔ الشعرانی، عبدالوہاب، المیزان الکبری، قاہرہ، ۱۲۷۹ھ، ص ۲۱۸